ایک گمنام شخصیت

حضرت حکیم انور خاں انور

واحد کاظمی

انور خاں انور ریاست گوالیر کے اپنے زمانے کے ایک بڑے طبیب اور مہاراجہ سندھیا کے خاص معالجوں میں سے ایک تھے۔ طب اور حکمت میں خاص قابلیت رکھنے کی وجہ سے انہیں افسر الاطبا کا خطاب عطا کیا گیا تھا۔ علاج و معالجہ ہی ان کا پیشہ تھا۔ گھر میں ایک بیوی اور ایک نوجوان بیٹا تھا۔ اس کا تذکرہ ملتا ہے۔ بیوی بڑی ہی اطاعت شعار تھی۔ بیٹے جن کا نام اکبر تھا اپنے والد کے نقش قدم پر چلنے والے اچھے حکیم تھے۔

انور خاں کو اردو، ہندی، عربی اور فارسی زبان پر یکساں قدرت حاصل تھی۔ وہ ان چاروں زبانوں میں نثر ہی میں نہیں نظم میں بھی اپنی تخلیقات پیش کر سکتے تھے اردو شاعری میں انہیں ایک خاص مقام حاصل تھا۔ ان کے ہم عصر اردو اور فارسی کے شاعروں میں شاہ غمگین کے علاوہ وحید الدین خاں، لالہ جگل کشور اور منشی نذر محمد خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ انور خاں نے سیکڑوں غزلیں، نظمیں، قطعات وغیرہ کے علاوہ تقریباً چار سو رباعیاں بھی لکھی ہیں۔ شاعری کے علاوہ تصوف اور فلسفہ کے بھی وہ بڑے عالم تھے۔ تصوف سے انہیں خاص دلچسپی تھی۔ زندگی کے آخری دنوں میں وہ بالکل زاہد و عابد ہو کر رہ گئے تھے۔ ان کی شخصیت مختلف علوم کا ایسا سرچشمہ تھی کہ لوگ آپ کے شاگردوں میں شامل ہونے کو اپنے لئے باعث فخر سمجھتے تھے۔ آپ کے قریب ہو کر لوگ اپنی علمی پیاس بجھاتے تھے اور سکون و طمانیت کی دولتِ بیش بہا حاصل کرتے تھے۔

ہندی ادب میں ان کی سب سے بڑی عطا ان کی چار سو کے لگ بھگ کنڈلیاں ہیں۔ یہ

کنڈلیاں انھوں نے اپنے ایک محبوب شاگرد عبدالقادر کے اصرار پر اور ان کی خدمت سے خوش ہو کر لکھی تھیں۔ یہ تمام کنڈلیاں ہندی زبان میں لکھی گئی ہیں۔ اگرچہ ان کنڈلیوں کو فارسی رسم الخط میں قلم بند کیا گیا ہے لیکن ان کی زبان خالص ہندی ہے۔ ان کنڈلیوں کو فارسی رسم الخط میں قلم بند کرنے کی وجہ خواہ کچھ بھی رہی ہو لیکن ان کی اشاعت میں یہی چیز سب سے بڑی رکاوٹ تھی۔ کنڈلیوں کو قلم بند کرنے کا فخر ان کے فرزند اکبر خاں کو حاصل ہوا۔ یہ قلمی نسخہ مجلد نہایت حسین خط میں اچھی حالت میں شاہ غمگین اکیڈمی گوالیر میں محفوظ ہے۔ اس میں کنڈلیوں کے علاوہ اردو رباعیوں کو بھی شامل کر دیا گیا ہے۔ کنڈلیوں کا زمانہ تصنیف انھوں نے سمبت ۱۲۰۰ بکرمی بیان کیا ہے۔

کنڈلیوں کے بارے میں مختصر الفاظ میں اتنا کہہ دینا کافی ہوگا کہ اس عالم شاعر نے بڑے حسن و خوبی کے ساتھ کوزے میں دریا کو بھر دیا ہے۔ ان کی اس تصنیف سے واضح ہوتا ہے کہ شاعر صرف شاعر ہی نہیں بلکہ روحانیت کا بہت بڑا عالم بھی ہے۔ کسی کسی جگہ تو شاعر نے ہندوستانی تلمیحات کو اس طرح بنایا ہے کہ ہم حیران رہ جاتے ہیں۔ ہندوستانی روحانیت پر ان کی نظر گہری تھی۔ وید، پران وغیرہ کے ساتھ انھوں نے گیتا اور شاستروں کا بھی مطالعہ کیا تھا۔ ان تمام باتوں کی تصدیق خود ان کی کنڈلیوں کے ذریعہ ہو جاتی ہے۔ اس کے علاوہ وہ "یوگ" اور یوگ سے متعلق مختلف اعمال و اشغال سے بھی اچھی طرح واقف تھے۔ ان کی کنڈلیوں میں یوگ اور اس سے متعلق اشغال کے ساتھ اتھ، نتر کوٹی اور ترمیا، وغیرہ اعمال کا ذکر بھی ملتا ہے، مادہ اور روح کی تعریف، ان کا باہمی تعلق، روح اور جسم کا باہمی تعلق و رشتہ، دل اور جسم کے افعال، روح کا تزکیہ، نفسانی و مادی خواہشات اور ان کا انضباط، برہم کی تعریف، اس کا وجود، خدا اور کائنات وغیرہ .... سیکڑوں موضوعات کے ساتھ اخلاق اور کردار سے متعلق کنڈلیاں بھی کثیر تعداد میں ہیں۔

روحانیت کے علاوہ انور خاں ہندوستانی فلسفہ سے بھی اچھی طرح واقف تھے۔ اسی لئے کسی کسی جگہ فلسفیانہ نقطۂ نظر کی جھلک بھی ان کے کلام میں ملتی ہے۔ وہ ہندو مسلم اتحاد پر بہت زور دیتے تھے۔ وہ جس طرح اردو، عربی، فارسی، تصوف اور اسلامی فلسفہ کے عالم تھے۔ اسی طرح ہندوستانی روحانیت، ہندوستانی فلسفہ اور ہندی کے بھی قدرداں تھے۔ ان کے دل میں ہندو مسلم سب کے لئے جگہ تھی۔ برائی جہاں بھی نظر آئی اسے دور کرنے کی وہ حتی الامکان کوشش کرتے۔ وہ ہمیشہ اس کے لئے کوشاں رہے کہ لوگ اوہام پرستی کو چھوڑ کر صحیح راستہ پر چلنے لگیں۔ جہاں انھوں نے مسلم طبقے میں پھیلی ہوئی برائی، اوہام پرستی اور ریاکاری پر سخت تنقید کی ہے وہیں انھوں نے ہندو سماج میں پھیلی ہوئی برائیوں اور اوہام پرستی پر بھی سخت تنقیدیں کی ہیں۔ وہ دونوں ہی طبقے کے بہی خواہ اور ہندی اور اردو دونوں ہی زبانوں کے خادم تھے۔ ایسی شخصیتیں اور مثالیں تاریخ میں بہت کم ملتی ہیں۔ ان کے شاگردوں میں جہاں مسلم اور اردو زبان کے جاننے والے ملتے ہیں وہیں ہندی زبان کے جاننے والے ہندو بھی ان کے شاگردوں میں شامل تھے۔

انور خاں کی کنڈلیوں کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ ایک ایک کنڈلی جس موضوع پر لکھی گئی ہے وہ نہایت حسن اور خوبی کے ساتھ اس میں بیان ہوا ہے۔ اردو شاعری میں جو مقام رباعیات کا ہے ہندی میں وہی مقام کنڈلیوں کو حاصل ہے۔ کنڈلیوں کے ذریعہ بھی تقریباً ہم کو اسی طرح کا لطف حاصل ہوتا ہے، جو رباعیات کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے۔ انور خاں کے یہاں عام شاعروں کی طرح ہر کنڈلی صرف وعظ بن کر نہیں رہ گئی ہے بلکہ ہر کنڈلی میں اتنی صداقت اور فطری انداز بیان پایا جاتا ہے کہ اس کا قاری کے دل پر لازماً اثر ہوتا ہے۔ کنڈلیوں کا مطالعہ کرتے وقت ان کی سطر سطر سے علم اور لطف وانبساط دونوں یکساں طور پر حاصل ہوتا ہے۔ انہیں پڑھنے کے بعد قاری لازماً کچھ سوچنے اور غور و فکر کرنے پر مجبور ہوتا ہے۔ یہاں مثال کے طور پر ان کی چند کنڈلیاں پیش کی جا رہی ہیں:-

آپی آپ بنائے کر، کایا کا یہ کوٹ
نینن سے آنکت رہے، پلکوں کی کر اوٹ
پلکوں کی کر اوٹ، رہیں نینوں کے اندر
من سے اس کو جان لے اس کو تو انورؔ
بھیتر آپی بیٹھ کر، باہر مارے چوٹ
آپی آپ بنائے کر، کایا کا یہ کوٹ

اس جھوٹے سنسار نے بہت دکھائے چھل
اس میں سب روتے رہے، گئے ہاتھ کومل
گئے ہاتھ کومل، رہی سب من کی من میں
کال سے بستی میں بچے اور بچے نہ بن میں
پیڑ سے اس سنسار کے کبھی نہ کھائے پھل
اس جھوٹے سنسار نے، بہت دکھائے چھل

کایا تو ایک سیپ ہے، من کو موتی جان
موتی کی جو جھلک ہے، اسے "برہم" پہچان
اسے "برہم" پہچان، جھلک موتی سے آئی
موتی، جھلک کے بیچ کب ہوئی جدائی
موتی کی جو آن ہے انورؔ اسی کو مان
کایا تو ایک سیپ ہے، من کو موتی جان

جس کا اس سنسار میں، کھوٹا ہوا سو بھاؤ
اس کھوٹے سے دور رہ، پاس نہ اس کے جاؤ
پاس نہ اس کے جاؤ، پیٹ کانٹوں سے بھر لو
بوجھا لکڑی کاٹ لاؤ اور سر پر دھر لو
انور جب لگ ہو سکے اس سے کرو بچاؤ
جس کا اس سنسار میں کھوٹا ہوا سو بھاؤ

سرگن کو چھوڑو نہیں، نرگن کو پہچان
جب نرگن تو جان لے، لگا اسی سے دھیان
لگا اسی سے دھیان، جان سرگن کو سیڑھی
بنا سہارے چڑھ سکے، اک قدم نہ کیر ڑھی
نرگن، سرگن ایک ہیں، انور کہا تو مان
سرگن کو چھوڑو نہیں، نرگن کو پہچان

یہاں یہ واضح کر دینا ضروری ہے کہ انور کا ہندی سے لگاؤ صرف کنڈلیوں تک نہیں تھا ہندی کی مختلف اصناف میں انھوں نے طبع آزمائی کی ہے۔ موسیقی سے بھی انھیں لگاؤ تھا۔ موسیقی میں وہ سروں کے ماہر تھے۔ انھوں نے علمی سُر سنگیت پر مبنی کئی راگ راگنیاں جیسے ٹھمری، دادرا، راگ کلیان، راگ یمن وغیرہ اور بھجن، ساون، ہولی وغیرہ بھی لکھی ہے۔ موسیقی سے متعلق تخلیقات کا مجموعہ تلاش کیا جا رہا ہے اور مذکورہ تصنیف میں بھی کچھ اس طرح کی چیزیں ملی ہیں لیکن طوالت کے خوف سے یہاں ان کے نمونے نہیں پیش کئے جا رہے ہیں۔

انور خاں کے مزار کے بارے میں یہ سن کر آپ کو حیرت ہوگی کہ انھوں نے اپنا مقبرہ اپنی

وفات سے تقریباً ۱۷، ۲۰ سال قبل ہی تعمیر کرالیا تھا۔ مقبرہ سے متعلق ان کے ہمعصر اردو، فارسی کے شاعروں نے تاریخی قطعات کہے ہیں، جو اکثر فارسی میں ہیں۔ خود انور خاں نے بھی اس سلسلہ میں اردو میں شعر کہے ہیں۔ ان سے ہجری کے تین سنہ نکلتے ہیں۔ یعنی ۱۲۷۶ھ، ۱۲۷۷ھ، اور ۱۲۷۸ھ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مقبرے کی تعمیر..... وغیرہ کا کام مسلسل دو سال تک ہوتا رہا۔ کچھ اشعار مقبرے کی بنیاد رکھے جاتے وقت کہے گئے ہیں، کچھ اس کی تکمیل کے موقعہ پر اس لئے ان میں دو سال کا فرق پایا جاتا ہے۔ انور خاں کی وفات رمضان ۱۲۹۵ھ میں ہوئی۔ وفات کے بعد ان کی خواہش کے مطابق انہیں اس مقبرے میں دفن کر دیا گیا جس کی تعمیر وہ اپنی زندگی میں ہی کرا گئے تھے۔ ان کی وفات کے بعد ان کی رفیقِ حیات نے بھی ایک سال کے بعد ہی اس دارِ فانی کو خیرباد کہا۔

انور خاں کا باغ اور باغ میں تعمیر شدہ وہ حسین مقبرہ گوالیار میں گنوٹمنٹ روڈ پر واقع ہے لیکن بدقسمتی کی بات ہے کہ ایسی بڑی شخصیت کو ایک ادب نواز، علم دوست، اتحاد کے علمبردار اور اچھے شاعر کی حیثیت سے کوئی نہیں جانتا۔

وحیٔ الٰہی

وحی اور اس سے متعلقہ مباحث پر محققانہ کتاب جس میں اس مسئلہ کے ایک ایک پہلو پر ایسے دلپذیر و دلکش انداز میں بحث کی گئی ہے کہ وحی اور اس کی صداقت کا نقشہ آنکھوں کو روشن کرتا ہوا دل میں سما جاتا ہے اور حقیقتِ وحی سے متعلق تمام خلجانیں صاف ہو جاتی ہیں۔ انداز بیان نہایت صاف اور سلجھا ہوا

تالیف مولانا سعید احمد ایم اے۔ کاغذ نہایت اعلیٰ کتابت نفیس ستاروں کی طرح چمکتی ہوئی طباعت عمدہ صفحات ۲۰۰ قیمت چار روپے مجلد پانچ روپے۔

پتہ: ندوۃ المصنفین اردو بازار جامع مسجد دہلی